# امام، موذن کی تنخواہ مسجد کے چندے سے دینا

**مجیب:** مفتی محمدقاسم عطاری

**فتوی نمبر:** Sar-7826

**تاریخ اجراء:** 16شوال المکرم1443ھ/18مئی2022ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محلے دار جامع مسجد کوچندہ دیتے ہیں جو مسجد کی تعمیر ودیگر اخراجات، مثلاً بجلی، گیس کے بل وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں، کیاامام مسجد، مؤذن صاحب کووظیفہ بھی اسی مسجد کے چندے سے ادا کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجد کا چندہ مسجد میں کیے جانے والے عُمومی اخراجات، مثلاً تعمیرات،امام ومؤذن، خادمین کے وظائف اور صفائی ستھرائی میں ہونے والے اخراجات وغیرہ کے لیے دیا جاتا ہے ، لہٰذا مسجد کے چندے کی رقم سے خطیب،امام صاحب اور مؤذن وغیرہ کو وظیفہ (Salary) دینا جائز ہے، جبکہ تنخواہ اتنی ہو، جو عام طور پر بنتی ہے، لیکن اگر متولی نے عُرف سے ہٹ کر بہت زیادہ تنخواہ مقرر کر دی، تو مسجد کی رقم سے اس کا تنخواہ دینا جائز نہیں اور اگر امام کو معلوم ہے کہ عُرف سے ہٹ کر اتنی زیادہ تنخواہ مسجد کی رقم سے دی جا رہی ہے، تو اس کا لینا بھی جائز نہیں۔

نوٹ: اوپر مسئلے میں آخری بات حکمِ شرعی واضح کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، ورنہ ہمارے معاشرے کا حال اس سے بہت زیادہ مختلف ہے، امام صاحب کو زیادہ تنخواہ دینا تو در کنار اتنی تنخواہ بھی نہیں دی جاتی جو اس کی ضروریات کو کافی ہو اور جو دی جاتی ہے وہ بھی پورے وقت پہ ادا کرنے کا ذہن نہیں ہوتا، اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے ائمہ کرام کی اتنی تنخواہ مقرر کریں، جس سے متوسط درجے کی زندگی گزاری جا سکتی ہو اور اگر مسجد انتظامیہ کی طرف سے اتنی تنخواہ مقرر نہ ہو، تو مخیر حضرات کو چاہیے کہ سعادت سمجھ کر خدمت کیا کریں۔

امام کمالُ الدین ابنِ ہمام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:861ھ/1456ء) لکھتے ہیں: ” وللمتولي أن يستأجر من يخدم المسجد بكنسه ونحو ذلك بأجرة مثله أو زيادة يتغابن فيها، فإن كان أكثر فالاجارة له

وعلیہ الدفع من مال نفسہ، ویضمن لو دفع من مال الوقف، وإن علم الأجیر أن ما أخذہ من مال الوقف لا یحل لہ" ترجمہ: اور متولی ، مسجد کی خدمت ، مثلاً صفائی اور دیگر کاموں، امامت، مؤذنی وغیرہ کے لیے کسی شخص کو اُجرتِ مثل یا غبنِ فاحش کی زیادتی کے ساتھ اجیر رکھ سکتا ہے، لیکن زیادتی کی صورت میں اجرت دینا اس کے ذمہ پر ہوگی (مسجد کے چندے سے نہیں دے سکتا) اور اگر مالِ وقف سے دے دی، تو تاوان دینا ہوگا اور اگر اجیر کو بھی معلوم ہو کہ مالِ وقف سے اجارہ مل رہا ہے، تو اس کا لینا بھی جائز نہیں۔ (فتح القدیر، کتاب الوقف، الفصل الاول فی المتولی، جلد6، صفحہ 223، مطبوعہ کوئٹہ)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:" (ویبدأ من غلتہ بعمارتہ) ثم ما ھو أقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسۃ یعطون بقدر کفایتھم" ترجمہ: اور وقف کی آمدن سب سے پہلے اس کی عمارت پر لگائی جائے گی، عمارت کے بعد آمدنی اس چیز پر صَرف کی جائے گی جو عمارت سے قریب تر (اور باعتبارِ مصالح مفید تر ہو کہ یہ معنوی عمارت ہے) جیسے مسجد کے لیے امام اور مدرسہ کے لیے مدرس (کہ ان سے مسجد و مدرسہ کی آبادکاری ہے)، اِن کو بقدر کفایت وقف کی آمدنی سے دیا جائے گا۔ (تنویر الابصار و درمختار، کتاب الوقف، جلد6، صفحہ 562، مطبوعہ کوئٹہ)

مفتی جلال الدین امجدی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1422ھ/2001ء) لکھتے ہیں: امام کی تنخواہ اگر اتنی ہے کہ جو واجبی طور پر ہونی چاہیے، تو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے اور اگر متولی نے اتنی زیادہ تنخواہ مقرر کر دی کہ دوسرے لوگ اتنی نہ دیتے، تو مسجد کی رقم سے اس تنخواہ کا دینا جائز نہیں، متولی اپنی طرف سے دے۔ اگر مسجد کی رقم سے دے گا، تو تاوان دینا پڑے گا، بلکہ اگر امام کو معلوم ہے کہ مسجد کی رقم سے یہ تنخواہ دیتا ہے، تو اسے لینا بھی جائز نہیں۔

" (فتاوی فیض الرسول، جلد2، صفحہ 374، مطبوعہ شبیر برادرز، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم